محی الدین احمد

زکوٰۃ اور اس کی حقیقت

قرآنِ حکیم اور سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرسری مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام محض چند عقاید، خوش نما اقوال اور سنہری اخلاق کا ایک مجموعہ ہی نہیں ہے، بلکہ وہ نسلِ انسانی کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اور ہر پہلو کے لیے اپنے اندر راہ نمائی رکھتا ہے یہ محض بے ثبوت دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ اس کی تائید میں ایک پوری تاریخ موجود ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کیونکر اسلام نے ایک بدوی قوم کی مثالب کو آناً فاناً میں محاسن میں تبدیل کر دیا۔ اسلام نے اس کی خوابیدہ قوتوں کو صرف بیدار ہی نہیں کیا بلکہ اجاگر کر کے اسے دنیا کی سب سے زیادہ صالح اور با اخلاق قوم بنا دیا۔ ایسی با اخلاق کہ وہ آنے والی تمام نسلوں اور قوموں کے لیے معلم اور راہ نما بن گئی۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ...... اور اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت (بہترین جماعت) بنایا۔ تاکہ تم لوگوں کے لیے گواہ (نمونہ) بن جاؤ۔

اصلاحِ امت کے دو ستون

اُمتِ مسلمہ کی یہ ترقی محض چند اتفاقی واقعات و حوادث کا نتیجہ نہ تھی بلکہ وہ ایک سوچے سمجھے ہوئے پروگرام کے ماتحت عمل میں آئی، جو وحی الٰہی کی روشنی میں طیار کیا گیا تھا۔ کتاب اللہ (قرآنِ پاک) اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ (سیرت نبویؐ)، پر غور کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نسلِ انسانی کی صلاح و فلاح اور امتِ مسلمہ کی تاسیس کے سلسلہ میں جو لائحۂ عمل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی ربّانی کی روشنی میں مرتب فرمایا اس کے بنیادی ستون دو تھے: الصَّلٰوۃ والزکٰوۃ (نماز اور زکوٰۃ)

یہاں اس تفصیل میں جانے کا موقعہ نہیں کہ نماز اور زکوٰۃ کیونکر امتِ مسلمہ کی حیات ملّی کے تمام پہلوؤں: جسمانی اور روحانی، ذہنی اور اخلاقی، انفرادی اور اجتماعی معاشری اور اقتصادی، تمدنی اور سیاسی پر اثر انداز ہوئیں کہ وہ دنیا کی مضبوط اور صالح ترین قوم بن گئی۔ تاریخ اس سے زیادہ معجزانہ اور محیر العقول انقلاب کی نظیر پیش کرنے سے یکسر قاصر ہے کہ تنہا ایک شخص کی مساعی سے جو یتیم پیدا ہوا محض ۲۳ سال کی حقیر و قلیل مدت میں ایک پوری قوم کی اس درجہ کایا پلٹ

ہو گئی کہ وہ عمیق ترین قعرِ مذلت و گمنامی سے نکل کر نہ صرف عزت و شہرت کے آسمان پر پہنچ گئی بلکہ دنیا کی فاتح ترین قوم ہو گئی اور اپنے پیچھے اخلاق و انسانیت کا ایسا مکمل نمونہ چھوڑ گئی جو آج چودہ صدیاں گزرنے پر بھی دنیا کے لیے سرمایۂ حیرت و استعجاب ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

اس حیرت انگیز انقلاب کو بروئے کار لانے کے لیے داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو وسائل اختیار فرمائے۔ ان پر اگر غائر نظر ڈالی جائے تو بنیادی چیزیں صرف یہی دو نکلیں گی: نماز اور زکوٰۃ۔ یہی وہ دو بنیادی اصول تھے جو عرب کی ایک بادیہ نشین قوم کے ہاتھوں کرۂ ارضی پر شاید پہلی مرتبہ "خدا کی بادشاہت" کے قیام کا باعث ہوئے جس کی پیشگوئی مسیح علیہ السلام چھ سو سال قبل کر گئے تھے۔

نماز نے ملتِ اسلامیہ کی اخلاقی اور روحانی قدر کو اس درجہ بلند کر دیا کہ دنیا اس کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو گئی، اور زکوٰۃ نے ملت کے سارے اقتصادی اور معاشی نظام کو بالکل نرالے اور نئے سانچے میں ڈھال دیا کہ اس کی تمام معاشی اور اقتصادی پریشانیاں اور تکلیفیں یک قلم کافور ہو گئیں۔

ہندوستان کی مسلمان حکومتیں

یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ ہندوستان میں مسلمان کئی صدیوں تک حکمران رہے مگر اس طویل دورِ فرمانروائی میں ایک صدی کیا ایک قرن بھی ایسی نہیں گزری جسے اسلامی حکومت کی صدی یا قرن کہا جا سکے۔ وہ مسلمانوں کی حکومت تو بلاشبہ تھی لیکن اسلام کی یا بالفاظِ صحیح تر خدا کی حکومت کبھی بھی نہ تھی، کیونکہ آٹھ صدیوں کے اس طویل عرصہ میں یہاں کے مسلمان بادشاہوں نے "اسلامی حکومت" کی ان دو شرطوں میں سے کسی ایک شرط کی تکمیل کی طرف کبھی بھول کر بھی کوئی توجہ نہیں کی، "اقامتِ صلوٰۃ" و "ایتائے زکوٰۃ"۔

اسلامی حکومت کی شرائط

اس بارے میں قرآن پاک کے الفاظ بالکل واضح ہیں:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں تمکنت فی الارض (یعنی زمین کی بادشاہت) دیں گے تو اس زمین میں نماز (خدا کی عبادت) کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا نظام بنائیں گے اور ہر نیکی کا حکم دیں گے۔ اور برائی کو روکیں گے

کسی حکومت کے "اسلامی حکومت" کہلانے کا حق پیدا نہیں ہوتا جب تک وہ ان چار بنیادی اصولوں پر عمل پیرا نہ ہو۔ مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ عہدِ حکومت میں جس قدر بدعنوانیاں اور بے اعتدالیاں نظر آتی ہیں اور جن میں سے بعض ایسی بھیانک اور افسوسناک ہیں کہ ہماری گردنیں مارے شرم و خجالت کے جھک جاتی ہیں وہ سب اسی چیز کا نتیجہ تھیں کہ ہمارے مسلمان بادشاہوں نے

کبھی اس امر پر غور کرنے کی تکلیف ہی گوارا نہیں کی کہ انہیں بطور فرمانروا بھی مسلمان ہونا چاہیئے۔

پاکستان کا قیام

ہندوستان کی تاریخ ہی میں نہیں بلکہ دنیا کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ میں پاکستان کی جداگانہ مملکت کا قیام وہ واحد انقلاب ہے جو اسلام اور اسلام کے خدا کے نام پر ہوا ہے۔ اس انقلاب کو جو چیز ان سب انقلابوں سے نمایاں اور ممیز کرتی ہے، جو گذشتہ دس صدیوں میں دنیا کے مختلف ملکوں میں ہوئے، یہ ہے کہ اس کے پس پردہ مملکت یا تجارت کی توسیع کا جنون یا وطن و قومیت کے تفوق کا کوئی جذبہ کارفرما نہ تھا، بلکہ صرف اسلام (یعنی خدا) کی حکومت کے قیام کا نصب العین پیش نظر تھا اور سب سے بڑی چیز یہ تھی کہ عامۃ المسلمین نے اس نصب العین کو اپنا لیا تھا۔

یہ صرف اس مقصد کی پاکیزگی اور للہیت تھی کہ یہ انقلاب اس حیرت انگیز طریق پر عمل میں آیا کہ انقلاب کے بروئے کار لانے میں انسانی خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرا۔ یہ تائیدِ ایزدی نہ تھی تو اور کیا تھی؟

اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ — اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

حصولِ پاکستان کے بعد

پس اب جبکہ تائیدِ خداوندی سے ہم اپنا نصب العین یعنی پاکستان حاصل کر چکے ہیں تو ہمارا یہ اولیں فرض ہو جاتا ہے کہ ہم پاکستان کے اندر نماز قائم کریں اور تحصیلِ زکوٰۃ کا کوئی باقاعدہ نظام بنائیں۔ ہمارا ہر فرد امر بالمعروف ہو اور ناہی عن المنکر۔ ان میں سے پہلے دو کام حکومت کے فرائض میں داخل ہیں (نماز و زکوٰۃ) اور دوسرے دو فرائض عامۃ المسلمین کے ذمہ (یعنی نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا)

ثُمَّ جَعَلۡنٰکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لِنَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ۔ — ان امتوں کے بعد ہم نے تمہیں زمین کی خلافت (یا دشاہت) عطا فرمائی تاکہ ہم دیکھیں کہ تمہارے کام کیسے ہوتے ہیں یعنی تم کیونکر اس فریضہ سے عہدہ برا ہوتے ہو۔

"لِنَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ": "تاکہ ہم دیکھیں کہ تمہارے کام کیسے ہوتے ہیں" میں جس امتحان کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس میں وہی 'اقامتِ صلوٰۃ' اور 'ایتائے زکوٰۃ' یعنی نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ کی تحصیل اور اس کے صحیح صرف کرنے کا نظام مراد ہے۔ پس مسلمان اگر دنیا میں غالب و کامران ہو کر رہنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ وہ ان دونوں نظاموں کے قیام کے لیے کمربستہ ہو جائیں اور اس راہ میں جتنی بھی رکاوٹیں آئیں انہیں دور کریں۔

اس دوگونہ نظام کے قیام کی ذمہ داری اربابِ حکومت اور عامۃ المسلمین دونوں پر برابر برابر کی پڑتی ہے کیونکہ اگر اربابِ حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ "اقامتِ صلوٰۃ" اور "ایتائے زکوٰۃ" کے لیے مناسب وسائل اور تدابیر اختیار

کریں تو عامۃ المسلمین کا بھی یہ اولین فرض ہے کہ وہ حکومت کی تمام اختیار کردہ تدابیر و وسائل کا دل سے خیر مقدم کریں کوئی قانون دنیا میں کامیابی کے ساتھ چل نہیں سکتا جب تک اس قانون کے بنانے والوں میں للّٰہیت، قومی اور ملکی ضروریات کا صحیح احساس اور ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے بہتر تدابیر کے اختیار کرنے کی اہلیت نہ ہو اور پھر عوام الناس جن کے لیے وہ قانون بنایا جا رہا ہے اس قانون کو اپنے لیے مفید یقین کرتے ہوئے اس پر سچائی اور دیانت کے ساتھ عمل پیرا ہونے کے لیے طیار نہ ہوں۔

تاریخ و سیاست کے جاننے والوں اور عام اخبار بین حضرات پر یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا کہ حکومتِ امریکہ نے شراب کے روز افزوں مضرّات کے پیشِ نظر اس کی بندش کے قانون بنائے اور منشیات کے استیصال کے لیے بہت سی تدابیر اختیار کیں، لیکن چودہ سال کے نہایت ہی تلخ تجربہ کے بعد اس قانون کو منسوخ کرنا پڑا کیونکہ امریکی عوام نے حکومت سے کامل طور پر عدم تعاون کیا اور شراب کا استعمال اور اس سے پیدا شدہ عوارض و مہلکات بجائے کم ہونے کے کئی گنا بڑھ گئے۔ اس لیے "اقامتِ صلوٰۃ" اور "ایتائے زکوٰۃ" کے نظام کی تشکیل اور نفاذ میں حکومت اور عوام دونوں کا تعاون کرنا اور اپنے فرائض انجام دینا ضروری ہے ورنہ یہ نظام کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اور مسلمان اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کے باعث عنداللہ جوابدہ ہوں گے۔

اقامتِ صلوٰۃ کا تقدم

قرآنِ حکیم کی تعلیمات اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ باوجود کہ قرآنِ پاک میں بہت ہی کم مواقع ہوں گے جہاں ان دونوں احکام کو ایک دوسرے سے علاحدہ بیان کیا گیا ہو "اقامتِ صلوٰۃ" کو ایتائے زکوٰۃ پر تقدم حاصل ہے۔

اولاً نماز کو زکوٰۃ پر نزول کے اعتبار سے بھی تقدم حاصل ہے یعنی نماز زکوٰۃ سے پہلے فرض ہوئی۔ دوسرے قرآن کریم ہمیشہ "اقامتِ صلوٰۃ" کو "ایتائے زکوٰۃ" پر مقدم رکھتا ہے۔ تیسرے رسولِ خدا جب کہیں مبلغ روانہ فرماتے تو انہیں ہدایت فرماتے کہ پہلے لوگوں کو توحید بتلانا۔ جب وہ توحید میں پختہ ہو جائیں تو انہیں نماز پر قائم کرنا۔ پھر جب وہ نماز قائم کرلیں تو انہیں زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے کہنا۔ چوتھی اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ نماز کا عمل قوم کے مزاج اور طبیعت کی اصلاح ہے۔ وہ ملت میں احکامِ الٰہی کی صحیح تعمیل، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ، نیکی اور معروف کی طرف میلان اور فواحش و منکرات سے ایک گونہ نفرت پیدا کرتی ہے اور قوم کو اس امر پر طیار کرتی ہے کہ وہ ہر جائز، صحیح اور سچے قانون کی تعمیل کریں۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ نماز ہر قسم کی بے حیائیوں اور بُرے کاموں سے روکتی ہے دراصل

زکوٰۃ کا نظام بھی کامیابی اور درستی کے ساتھ اسی وقت چل سکتا ہے جب کہ لوگوں میں خدا پرستی اور خدا ترسی (تقویٰ) پیدا ہو جائے اور ملت کا عام کردار اسلامی سانچے میں ڈھل جائے۔ اسلام کا نظام ایک صالح فطرت اور صالح ماحول کا محتاج ہے۔ اور صالح ماحول کی تخلیق کے لیے نماز سے بہتر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ قرآن وحدیث کی تعلیمات اور خیر القرون (یعنی عہد صحابہؓ) کا تجربہ ہمارے سامنے ہے۔ اسلام کے اولین انقلاب کو چھوڑ کر دنیا میں جس قدر انقلابات بھی ہوئے ہیں، ان کی تاریخوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب کے بعد کے چند ابتدائی سالوں میں ان قوموں اور ملکوں کو جنھوں نے انقلاب کئے ہیں یا جہاں انقلاب ہوئے ہیں، شدید ترین ذہنی اور اخلاقی بحران میں سے گذرنا پڑا ہے۔ اس بحران میں سے کسی قوم و ملک کا صحیح سلامت نکل آنا ہی دراصل اس انقلاب کی کامیابی کا ضامن ہوا کرتا ہے صرف اسلام کا اولین انقلاب ہی جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں سے عمل میں آیا دنیا کے انقلابات کی تاریخ میں استثنائی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ انقلاب نہایت پُر امن تھا اور انقلاب کے بعد قوم کو کسی قسم کے اخلاقی اور ذہنی بحران میں سے گذرنا نہیں پڑا۔

تخصیص کی وجہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے اوّلیں انقلاب کی اس تخصیص کی وجہ کیا ہے؟ تھوڑے سے تامل سے ہمیں یہ چیز نظر آجاتی ہے کہ دنیا میں جس قدر انقلابات ہوئے ہیں وہ سیاسی، معاشرتی یا اقتصادی انقلابات تھے۔ ان میں سے ہر ایک انقلاب وقت کے نظام کے خلاف بغاوت تھی۔ چونکہ بغاوت میں ہمیشہ انتقامی جذبات ابھرتے ہیں۔ قومیں اخلاقی اور دماغی توازن کھو بیٹھتی ہیں اس لیے ردِ عمل بھی نہایت شدید ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے اسلام کا انقلاب ایک خالص اخلاقی انقلاب تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ اثرات نے پوری قوم کی یکسر کایا پلٹ دی تھی۔ وہ ایک ایسے اخلاقی سانچے میں ڈھل گئی تھی جو اخلاق کی دنیا میں بالکل نرالا اور انوکھا تھا جس کا محور توسط اور اعتدال تھا۔ اس سے کسی قسم کی بے اعتدالی یا بے راہ روی کا ظہور ممکن نہ تھا جن کا قومیں اشتعال کی حالت میں ارتکاب کر گزرتی ہیں۔ اس لیے اسلام کا انقلاب بغایت امن پسندانہ تھا جس کے پیچھے انتقام و اشتعال کا جذبہ کارفرما تھا۔

ایک بھولی ہوئی حقیقت

قرآن حکیم نے زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک اہم مصرف "والعاملین علیہا" کا بھی رکھا ہے جس سے مراد وہ لوگ ہیں جو تحصیلِ زکوٰۃ یا اس فنڈ کے صرف کے سلسلہ میں کام کر رہے ہوں۔ یہ الفاظ بداہتہً اس امر کی دلیل ہیں کہ قرآن پاک زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے خرچ کرنے کے لیے ایک باقاعدہ نظام (یا محکمہ) چاہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفرا کو تحصیل زکوٰۃ کے مشن پر بھیجتے تو انہیں یہ ہدایت دیتے:

تؤخذ من اغنیاءھم وترد الیٰ فقراءھم   وہ وصول کی جائے اغنیائے امت سے اور تقسیم کی جائے فقرائے امت پر

جب اس ہدایت کو قرآن پاک کی متذکرہ بالا آیہ کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور شارح اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک زکوٰۃ ایک باقاعدہ قومی یا جماعتی سرمایہ ہے۔ اس کی تحصیل یعنی وصولی بھی ملتِ اسلامیہ کے فرائض میں سے ایک ضروری فرض ہے اور اس کے خرچ کرنے کا حق بھی صرف ملت ہی کو حاصل ہے اور اس کی انفرادی ادائیگی سے زکوٰۃ کا مقصدِ حقیقی بالکل فوت ہوجاتا ہے۔ چنانچہ خلافتِ راشدہ کے عہد میں زکوٰۃ برابر حکومت ہی وصول کرتی رہی۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس مبارک عہد میں انسانی فلاح وبہبود کے لیے جس قدر بھی بڑے بڑے کام سرانجام پائے جنہیں دنیا آج بھی دیکھ کر محو حیرت ہے اور جن میں سے بعض کام آج بھی دنیا باوجود اپنے بے شمار وسائل مالی اور ذرائع نقل وحمل کے سرانجام نہیں دے سکی، وہ محض اسی نظام کے مرہونِ منت تھے۔

خلافتِ راشدہ کے بعد جب مسلمانوں میں دنیوی حکومت کا قیام عمل میں آیا جسے شارح اسلام علیہ السلام نے "ملک عضوض" کے ملہمانہ الفاظ سے یاد فرمایا تھا، تو جہاں اسلام کی بعض دوسری خصوصیات رخصت ہوتی گئیں، وہاں زکوٰۃ کا نظام بھی درہم برہم ہونا شروع ہوا اور اس کی جگہ انفرادی ادائیگیوں نے لے لی۔ آخر کار مسلمان اس چیز کو اس طرح بھول گئے کہ گویا تحصیلِ زکوٰۃ یا مرکزی بیت المال کا قیام فرائض اسلامی میں سے کوئی فرض ہی نہ تھا۔

نظامِ زکوٰۃ کا احیاء

خلافتِ راشدہ کے بعد سترھویں اور اٹھارھویں صدی عیسوی میں نجد اور ہندوستان کے بعض مصلحین امت کو اس اہم فریضۂ اسلامی کے احیاء کا خیال پیدا ہوا۔ اس وقت حکومت کا ڈھانچہ بالکل بگڑ چکا تھا۔ اس سے یہ توقع تو بیکار تھی کہ وہ کسی نئے نظام کی بنیاد رکھے۔ اس لیے ان مصلحین نے بطور خود اپنے اپنے خاص حلقوں اور گروہوں میں اس کا انتظام بھی کیا لیکن یہ انتظام بھی کچھ زیادہ مدت تک نہ چل سکا۔ چنانچہ ہندوستان میں تو عرصہ ہوا وہ نظام ختم ہوچکا۔ بس آج اگر پاکستان نے اس طرف توجہ کی اور اس کے ہاتھوں یہ عظیم الشان کام سرانجام پاگیا تو یہ اس کا ایسا کارنامہ ہوگا جس کی نظیر خلافتِ راشدہ کے بعد پوری اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی۔

ہندوستان میں بوہروں میں اور پاکستان میں قادیانیوں میں قومی بیت المال اب تک بھی موجود ہے۔ گو یہ نظام بالکل زکوٰۃ کے اصولوں پر نہیں ہے تاہم اس کے فوائد اظہر من الشمس ہیں۔ بوہرہ قوم کی تجارتی خوشحالی اور ان کی جماعت بندی میں اور قادیانیوں کی ربوہ میں کالونی اور حال ہی میں امریکہ میں کروڑوں روپے کے صرف سے ان کے ایک تبلیغی ادارہ کا قیام سب اسی بیت المال کے کرشمے ہیں۔ یہ نظامات جو کام کررہے ہیں ان کے نتائج سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ زکوٰۃ کے اصولوں پر مبنی نظام کس قدر زیادہ کامیاب ہوگا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان میں جب حکومت ہماری اپنی ہے اور وہ حسب ضرورت محاصل لگاتی رہتی ہے بلکہ ان محاصل کا بوجھ زکوٰۃ سے بہت بڑھا ہوا ہے تو زکوٰۃ کی تحصیل کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے ؟

اس سوال کا تفصیلی جواب تو آئندہ صفحوں میں ملے گا، لیکن ایک اصولی چیز کی طرف یہاں اشارہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اسلام کے تمام اوامر (احکام) اور نواہی (منہیات) کی بنیاد اطاعت الٰہی پر ہے۔ وہ کسی انسانی فعل کو جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول کی غرض سے نہ کیا جائے اسلامی فعل نہیں قرار دیتا۔ اس کے ہاں بڑے سے بڑا فعل جو بظاہر بالکل دنیاوی نظر آتا ہو مثلاً بیوی بچوں کی پرورش۔ خود اپنا خورد و نوش وغیرہ اور جو اللہ کی اطاعت اور رضامندی کے حصول کی نیت سے کیا جائے تو وہ خالص اسلامی فعل بن جاتا ہے۔ اسی طرح بڑی سے بڑی عبادت اور بڑے سے بڑا کار خیر (مثلاً صدقہ و خیرات یا قرآن پاک کی تعلیم وغیرہ) بالکل بے کار ہو جاتا ہے اگر اس کے کرنے میں خالص خدا کی خوشنودی پیش نظر نہ ہو۔ بلکہ کرنے والے کا مقصد دنیا سے تحسین طلبی یا ناموری اور نمائش ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا

پس جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے، چاہیئے کہ اچھے کام انجام دے اور اپنے پروردگار کی بندگی میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث صحیح نے کر دی اور تمام علمائے محدثین اور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ شرک فی العبادت سے یہاں مراد ریاء اور نمائش ہے یعنی وہ عبادت ریاء اور نمائش کے خیال سے نہ کرے۔ بلکہ خالصاً اللہ کی رضامندی اور اطاعت کے خیال سے کرے۔

پس زکوٰۃ کا ٹیکس دوسرے رسمی ٹیکسوں کی طرح نہیں ہے۔ اس کا مقصد قوم کی روحانی تربیت اور اللہ تعالیٰ کی مرضات کا حصول ہے۔ اس لیے کوئی ٹیکس اس وقت تک اسلامی ٹیکس کہلا نہیں سکتا جب تک کہ یہ خدا کا لگایا ہوا ٹیکس خدا اور رسولؐ کے احکام کے مطابق نہ لگائیں اور پھر لگانے کے بعد خدا اور رسولؐ کے احکام ہی کے ماتحت اسے صرف نہ کیا جائے اس کا نمونہ خلافت راشدہ کے عہد حکومت میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اور اگر صحیح قومی اور ملی ضروریات داعی ہوں تو زکوٰۃ دوسرے محاصل کے لگانے کو روکتی نہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

زکوٰۃ کی شرعی اہمیت

زکوٰۃ کی شرعی اہمیت قرآن حکیم میں اس کے احکام کی بکثرت تکرار سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ بلا مبالغہ نماز اور زکوٰۃ

کے احکام کو قرآن پاک میں کئی سو مرتبہ دہرایا گیا ہے اور ان پر متعدد اسلوبوں سے زور دیا گیا ہے، کہیں ان کی طرف سے غفلت و کوتاہی پر وعید کی شکل میں اللہ تعالٰے کی ناراضگی کا اظہار ہوا ہے۔ کہیں انہیں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ناگزیر قرار دیا گیا ہے، کہیں انہیں اسلام کے لیے ضروری شرط ٹھہرایا ہے (یعنی جس شخص میں یہ دونوں نہ پائی جائیں اس کا اسلام ہی متحقق نہیں ہوتا)، کہیں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جان کی قربانی کے ساتھ زکوٰۃ کو توام قرار دیا ہے۔ کہیں اسے ایک مسلمان کے مال میں دوسرے مسلمان کا حق کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ کہیں اسے معاشرہ (سوسائٹی) کے مختلف مدارج اور طبقات میں توازن کو برقرار رکھنے کا اہم ذریعہ ٹھہرایا ہے، وغیرہ ذٰلک۔ قرآن پاک کا شاید ہی کوئی صفحہ ایسا ہو جہاں نماز اور زکوٰۃ کے احکام ایک دوسرے کے ساتھ پیوست نہ نظر آتے ہوں۔ اکتناز یعنی ذخیرہ اندوزی ایک تباہ کن معاشرتی خرابی ہے۔ اور یہ جرم کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔

اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی خزانوں کی صورت میں جمع کرتے ہیں اور ان خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی ان میں سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے)، تو ایسے لوگوں کو عذاب دردناک کی خوشخبری سنا دو۔ عذاب دردناک کا وہ دن جب ان کا جمع کیا ہوا سونے چاندی کا ڈھیر دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیاں، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ اور ان سے کہا جائے گا یہ وہ ہے جسے تم نے اپنے لیے ذخیرہ کیا تھا۔ سو جو کچھ تم ذخیرہ کرتے رہے ہو اس کا مزا آج چکھو لو۔

احادیث صحیحہ میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ یہاں اکتناز (ذخیرہ اندوزی) دولت کی اس فراہمی کے متعلق ہے جس میں سے زکوٰۃ ادا نہ کی گئی۔ زکوٰۃ کے معنی پاک وصاف کرنے کے ہیں۔ جس مال سے زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو وہ اسلام کی نظر میں سخت ناپاک ہے اور آیت میں جو وعید (یعنی سزا) آئی ہے وہ بھی اسی مال کے ذخیرہ پر جس میں سے زکوٰۃ نہ نکالی گئی ہو۔[1] چنانچہ:

مالك عن عبد الله بن دینار انه قال سمعت

حضرت عبد اللہ بن دینار فرماتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن عمرؓ کو

---

(۱) یہ رسول پاکؐ کی کمال رافت و رحمت کی دلیل ہے کہ آپؐ نے صرف ایک چھوٹا حصہ ذخیرہ شدہ مال سے لے کر اسے پاک وصاف کر دیا۔ ورنہ قرآن پاک میں تو "یکنزون" (جو ذخیرہ کرتے ہیں) کا لفظ "لا ینفقون" کے مقابلہ میں بھی ہے۔ یعنی اکتناز اور (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عبداللہ بن عمرؓ وھو یسئال عن الکنز ماھو فقال ھوالمال الذی لا تؤدی منہ الزکوٰۃ۔

فرماتے ہوئے سنا جب کہ ان سے "کنز" کے بارے میں سوال کیا گیا: وہ مال ہے جس پر زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو۔

قرآن پاک نے ایک دوسرے موقعہ پر اس وعید کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

اَیَحْسَبُوْنَ الذین یَبْخلون بِمَا اٰتٰھُمُ اللہ مِنْ فَضْلِہٖ ھو خیرًا لھم ط بل ھو شرٌّ لھم ط سیطوّقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ ط و للہ میراث السمٰوٰت والارض و اللہ بما تعملون خبیر ہ

کیا وہ لوگ جو اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو دے رکھی ہے (یعنی مال و دولت) گمان کرتے ہیں کہ ان کا بخل ان کے لیے بہتر ہے؟ نہیں! بلکہ وہ ان کے لیے ابتر ہے۔ عنقریب انہیں قیامت کے دن ان مالوں کا جن میں وہ بخل کرتے تھے طوق بنا کر پہنایا جائے گا۔ اور زمین اور آسمانوں کی میراث سب اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ اس چیز سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔

اسلام کے دعویٰ کے لیے ضروری شرائط

متعدد مقامات پر قرآن حکیم نے نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی کو کسی شخص کے دعویٰ اسلام کی قبولیت کے لیے لازمی شرط قرار دیا ہے یعنی اگر وہ ان دو چیزوں پر عمل پیرا ہے تو وہ مسلمان تسلیم کیا جائے گا والّا فلا۔ مثلاً

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ ط اِنَّ اللہ غفورٌ رّحیم ہ

پھر اگر ایسا ہو کہ وہ باز آ جائیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، تو ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ بے شک اللہ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

اسی سورہ (توبہ) میں آگے چل کر اسلام کی برادری میں داخلہ کے لیے "اقامت صلوٰۃ" اور "ایتائے زکوٰۃ" کو ضروری شرط ٹھہرایا ہے۔ گویا جس طرح کسی سوسائٹی (معاشرہ) کی رکنیت کے لیے اس کے بعض بنیادی قواعد و ضوابط کو ماننا اور بعض آداب و آئین پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح اسلامی برادری میں داخلہ کے لیے ضروری ہے کہ توحید و رسالت کا اقرار کیا جائے اور نماز قائم کی جائے اور زکوٰۃ ادا کی جائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ

پھر اگر وہ باز آ جائیں (یعنی شرک و کفر سے) اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) انفاق ایک دوسرے کے مقابل آئے ہیں جس سے معنی متبادر ہو رہے ہیں کہ مومن مال جمع کر ہی نہیں سکتا۔ اس کا کام ہی فی سبیل اللہ خرچ کر دینا ہے۔ اپنے پاس بچا رکھ لینا مومن کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ سورۂ فتح کے خاتمہ پر بھی امت مسلمہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تمہیں بلایا جاتا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو مگر تم بخل کرتے ہو اور جو بخل کرے اس کا وبال اس پر ہے اور آخر میں بتا دیا ہے کہ تمہیں بدل کر دوسری قوم لے آئی جائے گی۔ اور وہ تمہاری طرح بخیل نہ ہوں گے۔]

فاخوانکم فی الدین

ادا کریں (تو پھر ان کے خلاف تمہارا ہاتھ نہیں اٹھنا چاہیئے) وہ تمہارے دینی بھائی ہوگئے۔

سچے مومنوں کے تقاضات اور امتیازات میں نماز اور زکوٰۃ کا بہ پابندی ادا کرنا بھی ہے۔

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون ۝ الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون ۝ اولئک ھم المومنون حقا (انفال)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مومن صرف وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اور جب انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ ہر حال میں اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے ایک حصہ ہماری راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں۔ بلاشبہ ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں۔

اسی طرح سورہ مائدہ میں "اقامت صلوٰۃ" کے ساتھ "ایتائے زکوٰۃ" کو بھی مومنوں کا ایک مخصوص وصف قرار دیا ہے

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔

سوائے اس کے نہیں تمہارا کارساز ورفیق (ولی) اللہ ہے اور اس کا رسول (یعنی آنحضرت صلعم) اور ایماندار لوگ جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع بھی کرتے ہیں۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (ذریٰت)

اور ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔ "محروم" سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر بعض ناگزیر اسباب سے معیشت کے دروازے بند ہوگئے ہوں۔

ایک اور مقام پر اس کی مزید وضاحت فرمادی:

وفی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم (معارج)

اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والوں اور کسب معاش سے بالکل محروم ہو چکے ہوئے لوگوں کے لیے مقررہ حصہ ہے۔

"مقررہ حصہ" سے سوائے زکوٰۃ کے کوئی دوسرا صدقہ مراد ہی نہیں لیا جاسکتا۔

سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتوں میں "متقین" کی بڑی خصوصیتوں میں ایمان کے بعد نماز اور انفاق (یعنی زکوٰۃ) ہی کو شمار فرمایا ہے۔ پھر ان خصوصیتوں کے حامل گروہ کو ہدایت یافتہ جماعت اور فلاح پانے والا گروہ قرار دیا ہے:

ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ ھدی للمتقین ۝ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ

یہ کتاب الٰہی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ متقی انسانوں پر (فلاح و سعادت کی) راہ کھولنے والی (متقی انسان وہ ہیں) جو غیب (کی حقیقتوں) پر ایمان

وممّا رزقنٰھم ینفقون ہ اولٰئک علیٰ ھدًی من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون ۔

رکھتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ روزی انہیں دے رکھی ہے اسے نیکی کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یقیناً یہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے (ٹھہرائے ہوئے) راستہ پر ہیں اور یہی ہیں جو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہیں۔

سورہ مومنون میں "فلاح" (یعنی دنیوی اور اخروی کامرانی اور مسرّت) کو انہی امتیازی خصائص کی بنا پر مومنوں کے لیے مخصوص فرما دیا:

قد افلح المومنون ہ الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون ہ والذین ھم عن اللغو معرضون ہ والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون ہ

بلاشبہ ایمان لانے والے کامیاب ہوگئے (کون ایمان لانے والے؟) جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع رکھتے ہیں، جو لغو باتوں سے رخ پھیرے ہوئے ہیں، جو زکوٰۃ ادا کرنے میں سرگرم ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے:

والمومنون والمومنٰت بعضھم اولیآء بعض ط یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ ویطیعون اللّٰہ ورسولہ ط اولٰئک سیرحمھم اللّٰہ ط ان اللّٰہ عزیز حکیم ہ

اور جو مرد اور عورتیں مومن ہیں وہ سب ایک دوسرے کے رفیق اور کارساز ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ برائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں سو یہی لوگ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحمت فرمائے گا۔ یقیناً اللہ سب پر غالب ہے اور اپنے سب کاموں میں حکمت رکھنے والا ہے۔

- تارکینِ صلوٰۃ اور مانعینِ زکوٰۃ اپنے دوزخ میں جھونکے جانے کا سبب اپنے منہ سے انہی دو احکامِ الٰہی (نماز اور زکوٰۃ) کی عدمِ تعمیل کو تسلیم کریں گے:

قالوا: ما سلککم فی سقر؟ قالوا لم نک من المصلّین ولم نک نطعم المسکین۔

اہلِ جنت دوزخ والوں سے سوال کریں گے: کون سی چیز تمہیں دوزخ میں لے جانے کا باعث ہوئی؟ وہ کہیں گے نہ تو ہم نماز پڑھا کرتے تھے نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔

قرآن پاک میں نظر کرنے سے یہ چیز صاف طور سے سامنے آجاتی ہے کہ جس طرح توحید کا اعلان، توحید کا پرچار تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصدِ وحید رہا ہے اسی طرح اعمالِ مذہبی میں نماز اور زکوٰۃ تمام انبیاء کی تعلیمات اور شرائع کا جزوِ مشترک رہی ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام خود بھی ان دونوں کے پابند رہے اور

اپنی اپنی امتوں کو بھی ان پر کاربند رہنے کی وصیت فرماتے رہے۔ چنانچہ سورہ انبیاء میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو حضرت اسماعیلؑ اور حضرت یعقوب کی پیدائش کی خوش خبری دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد اور نماز و زکوٰۃ

وَوَهَبنَا لَهُ اِسحٰق ویعقوب نافلة ط وكلًّا جعلنا صالحين ہ وجعلنا منهم ائمّةً يهدون بامرنا واوحينا اليهم فعل الخيرات و اقام الصَّلٰوة وايتاء الزكٰوة وكانوا لنا عٰبدين۔

اور پھر ہم نے اسے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو) ایک (فرزند) اسحاق عطا فرمایا۔ اور مزید برآں (پوتا) یعقوب۔ ان سب کو ہم نے شایستہ نیک کردار بنایا تھا۔ ہم نے انہیں (انسانوں کی) امامت یعنی پیشوائی عطا فرمائی تھی۔ ہمارے حکم کے مطابق وہ راہ دکھاتے تھے ہم نے ان پر وحی بھیجی کہ وہ ہر طرح کی بھلائی کا کام ہو، انجام دیں نیز نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور وہ ہماری بندگی میں لگے رہتے تھے

سورۂ مریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے انہی اوصاف کا خصوصیت سے ذکر فرمایا:

وكان يأمرُ اهله بالصَّلٰوةِ والزكٰوة وكانَ عند ربِّك مرضيًّا۔

وہ اپنے گھر کے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ (اپنی ساری باتوں میں) خدا کے حضور پسندیدہ تھا۔

سورۂ مائدہ میں بنی اسرائیل کو ان کا میثاق جو انھوں نے خدا کے ساتھ باندھا تھا ان الفاظ میں یاد دلایا ہے:

وقال الله انى معكم لئن اقمتم الصلٰوة و اٰتيتمُ الزكٰوة واٰمنتم برُسُلى وعزّرتموهم واقرضتم الله قرضًا حسنًا لنكفرن عنكم سيئاٰتكم۔

اللہ نے فرمایا تھا: دیکھو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (یعنی میری مدد تمہارے ساتھ ہے) اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے میرے تمام رسولوں پر (جو تمہاری طرف ہدایت کے لیے آتے رہیں گے) ایمان لائے اور ان کی مدد کی اور اللہ کو قرض نیک دیتے رہے (یعنی نیکی کی راہ میں مال خرچ کرتے رہے) تو میں ضرور تم پر سے تمہاری برائیاں محو کر دوں گا۔ (آیت ۱۵)

۱۵۵

سورۂ اعراف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اور اپنی قوم کے لیے دنیوی اور اخروی بھلائی کی دعا مانگتے ہیں: وَاكتبْ لنا فى هذه الدُّنيا حَسَنة وفى الاخرة انا هُدنا اليك اور خدایا اس دنیا کی زندگی میں بھی ہمارے لیے بھلائی لکھ دے اور آخرت کی زندگی میں بھی ہمارے لیے اچھائی کر۔ ہم تیری ہی طرف لوٹ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے: فسأكتبها للذين يتقون ويؤتون الزكٰوة والذين هم بِاٰيٰتنا يؤمنون۔ پس میں ان لوگوں کے لیے بھلائی لکھ دوں گا جو برائیوں سے بچیں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور ان کے لیے جو میری نشانیوں پر ایمان لائیں گے۔ (باقی آئندہ)